الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یاحبیب اللہ

الدلائل القاطعة

فی ردِ مجلۃ الدعوۃ للوھابیہ

تصنیف

عبدِ مصطفےٰ غلام رضا

مولانا محمد محبت علی قادری

مکتبہ قادریہ سکندریہ حزب الاحناف گنج بخش روڈ۔ لاہور

اَلدَّلَائِلُ الْقَاطِعَہ

فِی رَدِّ مُجَلَّةِ الدَّعْوَةِ لِلْوَهَابِيَّةِ

مصنّف عبدِ مصطفےٰ غلام رضا

محمد محبت علی قادری ابنِ محمد علی کھرل

الساکنے

گھنہ گڑھی تحصیل ننکانہ ضلع نزد سیدوالہ

از خدام سیّد السادات فخر الصلحاء پیرِ طریقت

رہبرِ شریعت سیّد اعجاز علی شاہ گیلانی زیب

سجّادہ آستانہ عالیہ حجرہ شاہ مقیم

کا ذکر ہے اس کے اسباب و وجوہات کیا تھے اور معلوم ہوا کہ کس صورت میں اور کس اعتقاد کے ساتھ قبور صالحین کے پاس نماز پڑھنا ناجائز و منع ہے اور کس صورت میں اور کس اعتقاد کے ساتھ جائز و مستحب ہے۔ مگر افسوس ان وہابیوں پر جو خواہ مخواہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے لگا رہے ہیں اور انہیں یہود و نصاریٰ سے تشبیہہ دے رہے ہیں۔

باب نہم

اس میں وہابیوں کے رسالہ مجلۃ الدعوۃ کی وہ عبارت لکھی جائے گی جس میں انہوں نے صوفی شاعر حضرت سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ کلام پر اور آپ کی ذات والا صفات پر تنقید و زبان درازی کی اور خبث قلبی کا مظاہرہ کیا اور آپ کے کلام کی غلط تشریح اور من گھڑت مرادیں بیان کی ہیں اور ان کا رد کیا جائے گا۔ نیز اس کلام کی حسب توفیق صحیح مرادیں بیان کی جائیں گی۔ وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اب ان کے رسالہ میں لکھی گئی عبارت ملاحظہ ہو۔

(۱) چٹی چادر

چٹی چادر لاہ سٹ کڑیے پہن فقیراں لوئی
چٹی چادر داغ لگیسی لوئی داغ نہ کوئی

اس کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

قارئین کرام غور فرمایا آپ نے سفید چادر تو شریعت ہے وہاں خلاف شرع کام کیا تو فوراً داغ لگے گا مگر لوئی جو صوفیت کا نشان ہے اسے جو مرضی لگا رہے اس پر داغ کا پتہ نہیں چلتا لہٰذا تصوف میں جو بھی کیا جائے اس کے

بارے میں کر دیا جائے گا کہ جی یہ معرفت کی باتیں ہیں ظاہر کچھ نظر آتا ہے مگر باطن میں اس کا مطلب کچھ اور ہے لہذا اس پر مت بولو ولی صاحب کی توہین ہو جائے گی۔ وہابیوں کا رسالہ مجلۃ الدعوۃ، شمارہ اکتوبر ۱۹۹۴ء۔

صوفیاء کی اصطلاحیں غیر صوفی پر سمجھنا دشوار ہیں

قبل اس کے کہ ان کے رد میں کلام شروع کیا جائے چند معروضات لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اول یہ کہ صوفیاء کرام کی جو اصطلاحیں ہیں ان میں وہ معانی مراد لیے جاتے ہیں جو معانی متعارفہ کے علاوہ ہوں اس لیے ان کا سمجھنا غیر صوفی کے لیے دشوار ہے۔ دوم یہ کہ جو کلام سیدنا بُلھے شاہ رحمۃ اللہ کا آج کتابی شکل میں دستیاب ہے یہ آپ کا مرتب کیا ہوا نہیں بلکہ لوگوں کو جو آپ کے کلام سے حفظاً سینہ بہ سینہ یاد تھا اسے بعد میں کتابی شکل دی گئی اس لیے اس میں کمی بیشی و زیادتی دانستہ و نادانستہ اور اشتمال کلام غیر کا احتمال موجود ہے۔ بریں وجہ اگر اس میں کوئی شعر کسی کے ذہن کے مطابق قابلِ اعتراض ہو بھی تو اعتراض کرنے یا طعن وطنز کرنے سے اجتناب ضروری ہے اس لیے کہ ممکن ہے وہ شعر آپ کے کلام سے نہ ہو۔

سوم یہ کہ اشعار میں تخیل کو کافی حد تک دخل ہوتا ہے اس لیے صاحب کلام ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کی مراد کیا ہے لہذا کسی دوسرے شخص کو خواہ مخواہ تنقید نہیں کرنی چاہیے۔

چہارم حضرت سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ کلام میں اشارات و کنایات تمثیلات و تشبیہات اور استعارات کثرت سے پائے جاتے ہیں اس لیے جو ان سے ناواقف ہے اسے سمجھنا دشوار ہے۔

پنجم حضرت سیدنا بابا بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ وحدۃ الوجود کے بہت حامی تھے اس لیے آپ نے اپنے کلام میں کئی مقامات پر وحدۃ الوجود کو بیان کیا ہے جسے اصحاب ظواہر پر بالخصوص وہابیہ پر جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر رہتا ہے سمجھنا مشکل ہے۔

اس بیان کے بعد اب جو شعر سیدنا بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا اوپر وہابیوں کی عبارت کے ضمن میں لکھا جا چکا ہے اس کی طرف آتے ہیں۔

شعر: چٹی چادر لاہ سٹ کڑیے پہن فقیراں لوئی
چٹی چادر داغ لگیسی لوئی داغ نہ کوئی

چٹی چادر سے مراد دنیا ہے جس کی زیب و زینت دلکش و دل فریب ہوتی ہے اس کی حرص و لالچ میں آکر اور اس کی طلب کے جنون میں ناجائز اسباب و ذرائع کے استعمال سے انسان کی عزت و وقار کو داغ لگ جاتا ہے اور اس کے دوسرے مصرعے پہن فقیراں لوئی سے مراد دنیا اور اس کی حرص و لالچ سے کنارا کش ہو کر فقرآء و صوفیاء کے طور و طریقہ کو اختیار کرنا ہے جس کے متعلق حضور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ فقر اختیار کرنے پر مجھے فخر ہے اور فقر میرا طریقہ ہے۔

اور جو مذکورہ شعر سے وہابی مراد نکال رہے ہیں کہ چادر سے مراد شریعت ہے یعنی آپ معاذ اللہ شریعت سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں یہ سراسر غلط و بے اصل ہے اس لیے کہ سیدنا بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے ہی شریعت سے لگاؤ اور محبت کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔

بُلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے شریعت سے لگاؤ اور محبت کا ثبوت

(۱) شریعت ساڈی دائی اے طریقت ساڈی مائی اے

(کلیاتِ بلھے شاہ)

دائی سے مُراد رضاعی ماں ہے یعنی جیسے حقیقی ماں اور رضائی ماں کا احترام کرنا اور ان کے حکم کو ہم پر ماننا لازم ہے اسی طرح شریعت و طریقت کا احترام اور ان پر چلنا بھی ہم پر لازم ہے۔

(۲) بلھا شاہ شریعت قاضی اے حقیقت پر بھی راضی اے

(کلیات بلھے شاہ)

یعنی شریعت کا حکم و فیصلہ ہم پر لازم و نافذ ہے۔

(۳) بلھیا غیر شرع نہ ہو سُکھ دی نیندر بھر کے سو (کلیات)

یعنی شریعت کے مقاصد و مطالب کو بجا لا تاکہ قبر و حشر و جہنم کے اہوال و عذاب سے امن و سکون میں رہے۔

(۴) جاں راہ شرع دا پکڑیں گا تاں اوٹ محمدی ہووے گی (کلیات)

یعنی اگر تو شریعت محمدی پر گامزن ہو گا تب ہی شفاعت کا امیدوار ہو سکے گا۔

وہابیوں کے مذکورہ رسالہ کی عبارت کا دوسرا حصّہ ملاحظہ ہو۔

؎ پڑھ پڑھ نفل نماز گزاریں
اُچیاں بانگاں چانگاں ماریں

منبر تے چڑھ وعظ پکاریں

کیتا تینوں علم خوار　　علموں بس کریں او یار

یہ شعر لکھنے کے بعد وہابی مذکورہ رسالہ صفحہ ۴۵ پر حضرت سید بلھے شاہ رح کے متعلق یوں زبان درازی کرتے ہیں۔

قارئین کرام قرآن کہتا ہے نماز پڑھو مگر بلھے نے نماز پر طنز کرنے کے بعد اذان کو چانگاں کہہ دیا حالانکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا محبوب عمل تھا۔ غرض نماز کا حکم اور اذان کا اعلان اللہ اور رسولؐ کا حکم ہے اور اس حکم کو جاننے کا نام علم ہے جو قرآن وحدیث میں ہے مگر بلھے شاہ کہتا ہے اس علم نے تجھے خوار کر دیا ہے لہٰذا علموں بس کریں او یار۔

وہابیوں کی خیانت

وہابیوں کی مذکورہ عبارت پر شرارت میں اوّل تو یہ خیانت کی کہ شعر کا ایک حصہ ہی بدل دیا بجائے اس کے کیتا تینوں حرص خوار۔ اپنے پاس سے یہ گھڑ دیا۔ کیتا تینوں علم خوار۔ تاکہ اپنے دام فریب میں لاکر لوگوں کو اولیاء کرام سے متنفر کرسکیں۔

دوسری مکاری یہ کی کہ سید بُلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا کلام ترتیب وار نہ لکھا بلکہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے مطلب کے مطابق کوئی شعر کہیں سے لے لیا اور کوئی مصرع کہیں سے لے لیا کیونکہ اگر آپ کا کلام ترتیب وار لکھا جاتا تو لوگوں پر واضح ہو جاتا کہ آپ کس علم کے متعلق کہہ رہے ہے کہ علموں بس کریں او یار، اور کون سے لوگوں کو کہہ رہے ہیں۔ اب چند اشعار یہاں پیش کیے جاتے ہیں

ملاحظہ ہوں۔

بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کن لوگوں سے کہا علموں بس کریں او یار

علموں بس کریں او یار — علم نہ آوے وچ شمار
اکو الف تیرے درکار — جاندی عمر نہیں اتبار

اس میں غور طلب بات یہ کہ صاحب کلام احساس دلا رہے ہیں کہ عمر کا کوئی اعتبار نہیں کہ کب ختم ہو جائے لہٰذا ایسے علم کے حصول میں وقت ضائع نہ کر جو بروز آخرت تیرے کام آنے کا نہیں بلکہ اکو الف تیرے درکار۔ یعنی معرفت ذاتِ حق کا علم ہی تیرے لیے کافی ہے۔

واضح ہو کہ قرآن و حدیث اور فقہ وغیرہ کا حاصل کرنا معرفت الٰہیہ کے لیے لازم ہے۔

(شعر)

پڑھ پڑھ علم لگا دیں ڈھیر قرآن کتاباں
چار چوفیر کردے چانن وچ اندھیر
باہجوں راہبر خبر نہ سارے علموں بس کریں او یار

یعنی علم تو بہت حاصل کر لیا اور قرآن و کتابیں چار چوفیرے رکھ کر فخر کرتے ہیں اور پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے مگر مرشد نہ ہونے کے سبب خود بھی حقیقت سے بے خبر ہیں لہٰذا لوگوں کو بھی گمراہ کن عقائد و مسائل بیان کر کے گمراہی کے اندھیر کی طرف لے جاتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ شیخ مشائخ ہویا — بھر بھر پیٹ نیندر بھر سویا

چاندی وار نیَن بھر رویا ڈیا وچ اور ار نہ پار
علموں بس کریں او یار

یعنی علم تو بہت حاصل کر لیا لیکن فخر و غرور سے اپنے آپ کو مشائخ کا بھی شیخ سمجھ بیٹھا اور غافل و بے خبر اور نفس پرست ہو کر زیادہ کھانے اور زیادہ سونے کا عادی ہو گیا اور آخر کار موت کے وقت اپنی غفلت و سستی اور نفس پرستی اور غرور و ریاکاری کے نقصان و وبال پر حسرت و افسوس کر کے رویا مگر انجام یہ ہوا کہ غفلت و ریاکاری اور غرور و تکبر اسے لے ڈوبے۔

مزید فرماتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ شیخ مشائخ کہاویں اُلٹے مسئلے گھروں بناویں
بے عقلاں نوں لُٹ لُٹ کھاویں اُلٹے سدھے کریں قرار
علموں بس کریں او یار

اب مندرجہ ذیل شعر ملاحظہ فرما کر غور کریں کہ صاحب کلام سیّد بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کن لوگوں کی اذانوں کو چانگاں مارنا کہہ رہے ہیں ؎

پڑھ پڑھ نفل نماز گزاریں اُچیاں بانگاں چانگاں ماریں
منبر تے چڑھ کے وعظ پکاریں کیتا تینوں حرص خوار
علموں بس کریں او یار

اس سے معلوم ہوا کہ آپ مذکورہ کلام میں ان لوگوں کی مذمت کر رہے ہیں جو نمازیں اذانیں اور وعظ سب کچھ طلب دنیا کے لیے اور اہل دنیا کی خوشنودی کے لیے اور ریاکاری و خود نمائی کی خاطر کرتے ہیں ان کا مقصد رضائے مولائے تعالیٰ اور حصول ثواب نہیں ہوتا اس لیے ان کی نمازوں اذانوں کا نہ کچھ انہیں فائدہ اور نہ دوسروں پر کچھ اثر۔

اب وہابیوں کے رسالہ مجلّۃ الدعوۃ کی عبارت سے تیسرا حصہ ملاحظہ ہو۔
سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام لکھنے کے بعد ان کے متعلق یوں زبان درازی کرتے ہیں۔ (شعر)

نہ میں بھیت مذہب دا پایا
نہ میں آدم حوا جایا

یعنی وہ کہتا ہے کہ میں آدم و حوا کا جایا یعنی ان کی اولاد نہیں ہوں اور پھر خود ہی یوں کہتا ہے ؎

بلھیا کیہ جاناں میں کون
نہ میں مومن وچ مسیتاں نہ میں وچ کفر دیاں ریتاں
نہ میں پاکاں وچ پلیتاں نہ میں موسیٰ نہ فرعون
بلھیا کیہ جاناں میں کون

برادرانِ اسلام مذکورہ کلام کی بنا پر وہابیوں نے جو الزام سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ پر تھوپا ہے کہ آپ آدم و حوا کی اولاد ہونے سے انکار کر رہے ہیں یہ غلط و بے بنیاد اور ان کی کم سمجھی و کم عقلی کا نتیجہ ہے اس لیے اگر اسی مندرجہ بالا اشعار پر اور اسی کافی کے جو بقیہ اشعار ہیں ان پر دیانت داری و عقل مندی سے غور کیا جائے اور بغض و عداوت کے پردوں کو دل کی آنکھوں سے یک طرف کر کے سوچا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ صاحبِ کلام نے جو اس کلام میں نقشہ پیش کیا ہے وہ اس عالم ناسوت کا نہیں بلکہ عالمِ ارواح کا ہے کیونکہ عالم ارواح سب روحیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی مُقِر تھیں، جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارواح سے فرمایا۔ الستُ بربِّکُم۔ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ تو سب ارواح نے جواب میں کہا۔ بلیٰ ہاں تو ہمارا رب

ہے، لیکن اللہ نے سب کچھ جاننے کے باوجود یہ حکم جاری نہ فرمایا کہ یہ روح مومن کی ہے اور یہ کافر کی اور یہ روح پاک کی ہے اور یہ پلید کی اور نہ ہی وہاں مذاہب و مسالک کا کوئی اختلاف تھا نہ ہی وہاں مسجدیں تھیں اور نہ کفر یہ ریتیں اور نہ ہی کوئی وہاں روح اچھی و بڑی شخصیت کی طرف منسوب تھی اور نہ ابھی ابویت و ابنیت کا کوئی تصور تھا تو جب روح عالم اجسام میں آئی جس قسم کے جسم سے اس کا تعلق ہوا اس کے وصف کے مطابق ہی اس پر حکم جاری ہوا اور اسی طرف ہی منسوب ہوئی اور اسی جسم کی نسبت سے ہی اس کا جسمانی رشتہ قائم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو آپ فرمارہے ہیں کہ میں آدم و حوا کا جایا نہیں' اس سے مُراد روح ہے کہ وہ کسی کی اولاد نہیں۔

اب وہابیوں کے مذکورہ رسالہ کی عبارت کا چوتھا حصہ ملاحظہ ہو۔

سیّد بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر لکھنے کے بعد یوں واویلا اور بدکلامی کرتے ہیں۔ (شعر)

راتیں جاگیں کریں عبادت   راتیں جاگن کُتے تیتھوں اُتے

بھونکنوں بند مول نہ ہندے   جا رُڑی تے ستے تیتھوں اُتے

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

اچھا تو اب سمجھ آئی کہ لوگ کیوں کہتے ہیں کہ میں تو فلاں دربار کا کتا ہوں کوئی کہتا ہے میں سگ (کتا) میراں ہوں اور کوئی کہتا ہے میں مدینے کا کتا ہوں بہر حال کتا مدینے کا ہو تو وہ بھی کتا ہی ہوتا ہے۔

ان وہابیوں کی خیانت و مکاری کا اندازہ لگاؤ کہ اس کلام کے ساتھ والے باقی اشعار نہ لکھے تاکہ لوگوں کو کہیں صاحب کلام کے اصل مقصد کا علم نہ ہو جائے صرف اپنے ناپاک مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنے مطلب کا شعر لکھا

تاکہ ایک ولی کی شان میں انہیں گستاخی و بے ادبی کا موقعہ مل سکے اور لوگوں کو فریب دینے میں کامیاب ہو سکیں۔

اب اسی مذکورہ کلام کا باقی حصہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اہلِ انصاف خود حق بات کا تعین کر سکیں

خصم اپنے دا در نہ چھڈدے
بھاویں وجن جتے تیتھوں اُتے
بلھے شاہ کوئی رخت وہاج لے
نہیں تے بازی لے گئے کتے تیتھوں اُتے

درحقیقت ان اشعار میں صاحب کلام سید بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے نفس سے مخاطب ہیں کہ اے نفس یہ غرور نہ کر کہ میں راتیں جاگ کر عبادت کرتا ہوں اگر تو رات جاگتا ہے تو کتا جو مخلوق میں سے حقیر سمجھا جاتا ہے وہ تجھ سے زیادہ جاگتا ہے اگر تو رات کو عبادت کرتا ہے تو وہ بھی اپنے مالک کے مال و متاع کی رکھوالی کے لیے ساری رات بھونکتا ہے اگر تو رات صرف گودڑی میں سوتا ہے تو اس کے پاس یہ بھی نہیں وہ تو رات رڑی پر گزارتا ہے پھر وہ اپنے مالک کا اتنا وفادار ہے کہ اگر اسے جتے بھی وجتے رہیں تو اس کا گھر چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاتا اس لیے اے بلھے شاہ تو بھی کچھ رخت وہاج یعنی سامانِ آخرت خرید لے ورنہ کتے تجھ سے بازی لے گئے۔

اب رہا ان وہابیوں کا یہ مذاق اُڑانا کہ یہ لوگ اپنے کو سگِ میراں اور مدینے کا کتا کہتے ہیں تو جواباً یہ کہا جاتا ہے کہ جو حضرات جن میں یہ عاجز بھی شامل ہے اپنے آپ کو اولیاء کرام علیہم الرضوان اللہ کا کتا کہتے ہیں یا مدینے پاک کا کتا کہتے ہیں تو وہ بطور عاجزی اپنے کو کمتر سمجھ کر اور حضرات اولیاء کرام کی اور

مدینہ پاک کی شانِ ارفع اور مقام عُلماء کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

دوم یہ بھی مقصد ہوتا ہے کہ جیسے کتا اپنے مالک کا وفادار ہوتا ہے اس کے گھر کی رکھوالی کرتا ہے اور کسی صورت بھی اپنے مالک کا گھر چھوڑ کر نہیں جاتا ہم ان کی عزت و ناموس کے رکھوالے ہیں اور کسی صورت بھی ان کا دامنِ عافیت چھوڑ کر جانے والے نہیں۔

ان وہابیوں کا یہ کہنا کہ کتا مدینے کا بھی ہو تو وہ بھی کتا ہی ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہم بھی از جہتِ نوع مدینے کے کتے کو انسان یا فرشتہ نہیں کہتے لیکن جیسے نسلِ انسانی کے تمام افراد ایک ہی ماں باپ آدم و حوا کی اولاد ہیں مگر از وجہ سعادت و شقاوت اور عادت و خصلت سب میں واضح تفاوت ہے اسی طرح جانوروں میں بھی از وجہ خاصیت اور خصلت و خوبی آپس میں تفاوت ہے اسی طرح اچھی و بُری نسبت بھی اشیاء کے وقار و مراتب میں واضح تفاوت پیدا کر دیتی ہے اب دیکھیں کہ حجرِ اسود شریف بھی پتھر ہے اور قبل از فتح مکہ کعبۃ اللہ شریف میں جو مشرکین کے بُت معلّق تھے وہ بھی پتھر وغیرہ کے تھے مگر حجرِ اسود کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا اور ان بُتوں کو اپنے دستِ مبارک سے توڑا اگر کوئی اس وقت وہابی ہوتا تو کہہ دیتا ان کو کیوں توڑتے ہو یہ بھی تو پتھر ہی ہیں۔

بہر حال اینٹ وہ بھی تھی جو مسجد پہ لگی اور ایک اینٹ وہ بھی ہے جو بیت الخلاء پہ۔ مسجد کی اینٹ کا لوگ احترام کرنے لگے اور اس سے نفرت حالانکہ دونوں اینٹیں ایک ہی مٹی و پانی سے بنائی گئی تھیں اسی طرح ایک کپڑا وہ تھا جس سے قرآن مجید کا غلاف بنایا گیا اور ایک وہ کپڑا جس سے لوگوں کے لباس مگر جس سے قرآن پاک کا غلاف بنا وہ اس قدر محترم و مکرم ہوا کہ

لوگ اسے بوسے دینے لگے اور آنکھوں پر لگانے لگے اور جب وہ بوسیدہ ہوا تو پھر ایسی جگہ پر رکھا جہاں اس کی بے ادبی کا احتمال نہ ہو لیکن جسے لباس میں لایا گیا اسے نہ کسی نے بوسا دیا نہ آنکھوں پر لگایا اور جب وہ پھٹا تو کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پہ پھینک دیا گیا۔ اب یہ بھی کپڑا روئی سے بنا تھا اور وہ بھی روئی سے نہ اس میں کوئی ذاتی کمال تھا اور نہ اس میں کوئی ذاتی قباحت تھی اگر یہ لائق احترام ہوا تو نسبت کی وجہ سے اور وہ لائق احترام نہ ہوا تو نسبت کی وجہ سے۔

اگر نسبت اچھی تھی تو اُونٹنی کو اللہ نے ناقۃ اللہ فرمایا اور کتے کا ذکر قرآن میں آگیا

اب یہ دیکھیں کہ دنیا میں بے شمار خوب صورت اونٹنیاں آئیں اور آتی رہیں گی مگر کسی اور کا ذکر قرآن میں ناقۃ اللہ نہ آیا۔ صالح علیہ السلام کی بھی اُونٹنی تھی لیکن اسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ناقۃ اللہ فرمایا یعنی اللہ کی اونٹنی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کسی کتے کے وصف کو بیان نہ کیا مگر جو کتا اصحاب کہف کے سنگ مل گیا اس کے وصف کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط

اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس کے وصف کا ذکر قرآن مجید میں کر دیا تو وہابی بھی اس کے جنتی ہونے کے قائل ہو گئے جیسا کہ وہابیوں کے مولوی حافظ محمد

حسین لکھوی صاحب نے احوال الآخرت میں اس طرح بیان کیا ہے۔

(شعر) ھک دُنبہ اسمٰعیلے ڈاچی صالح والی

سگ اصحاب کہف دا تریجا جنت جاسن عالی

اب اس اصحاب کہف کے کتے کو تو وہابیوں نے جنتی مان لیا اور ہم بھی مانتے ہیں مگر ان وہابیوں سے پوچھتے ہیں کہ اصحاب کہف کے کتے کو تو جنتی مانتے ہو لیکن مدینہ جس کا مرتبہ جنت سے ارفع ہے اور قدسیوں کی بوسہ گاہ ہے' اس کے کتے کی تم دوسرے کتوں پر فوقیت و برتری کو تسلیم کیوں نہیں کرتے ؟ اگر تمہاری یہ دلیل ہے کہ ان کا تعلق کتوں کی نسل سے ہے تو کتے پلید ہوتے ہیں تو میں پوچھتا ہوں اصحاب کہف کا کتا اسی نسل سے نہیں تھا؟ اگر اصحاب کہف کی نسبت نے اس کتے کی قسمت کو اتنا بلند کر دیا کہ وہ جنت جو پاکوں کی جگہ ہے اس کا حق دار بن گیا تو ہمارے آقا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو غلاموں کی شان بھی اصحاب کہف سے ارفع و بالا ہے اور آپ کے شہر مدینہ منورہ کی عزت و عظمت کی اللہ تعالیٰ قسمیں ارشاد فرماتا ہے اور ملائکہ اس کا طواف کرتے ہیں اور عشاق اس خاک پاک کو بطور سرمہ آنکھوں میں ڈالنا زہے مقدر جانتے ہیں تو جس کتے کو اس شہر پاک سے نسبت ہے اس کے مقدر پر کیوں نہ رشک کیا جائے۔

اب وہابیوں کے رسالہ کی وہ عبارت پیش کی جاتی ہے جس میں انھوں نے سید بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کامل حضرت عنایت اللہ شاہ قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار گوہر بار کے متعلق غلط بیانی کی اور سنی حنفی بریلوی مسلمانوں پر وہ حدیث پاک چسپاں کی جس میں یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے ان کی عبارت یوں ہے۔

یاد رہے بابا عنایت شاہ بلھے شاہ کا پیر ہے اور اس کا دربار فاطمہ جناح روڈ پر لاہور میں ہے۔ میں نے یہ دربار دیکھا تو یہ مسجد کے محراب کے سامنے چھت کے بالکل وسط میں بنایا گیا ہے، بے ساختہ میری زبان پر اللہ کے رسول کا یہ فرمان آ گیا۔ مومنوں کی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ میں عیسائیوں کا گرجا دیکھا جس میں تصویریں آویزاں تھیں تو اس کا اللہ کے رسول کے سامنے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا ان میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر کے پاس عبادت گاہ تعمیر کردیتے اور پھر اس میں اس شخص کی تصاویر لٹکا دیتے۔ فرمایا یہ لوگ اللہ کے ہاں بدترین مخلوق ہیں۔

(مجلۃ الدعوۃ شمارہ اکتوبر ۱۹۹۴ء ص۴۲)

اس مذکورہ عبارت میں ایک تو یہ کذب بیانی کی گئی کہ عنایت اللہ شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا دربار مسجد کے محراب کے سامنے ہے حالانکہ آپ کا مزار شریف محراب سے پیچھے ہے سامنے تب ہوتا جب محراب سے قبلہ کی جانب ہوتا۔ اگر بقول ان کے حضرت حافظ محمد عنایت اللہ قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار شریف محراب کے سامنے ہونا مان بھی لیا جائے تو پھر بھی وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، بریں وجہ کہ جب نمازی اور تربت کے درمیان دیوار ہو تو نماز پڑھنا جائز ہے۔

وہابیوں نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے حدیث کا ترجمہ ہی بدل ڈالا

دوسری مکاری، ان وہابیوں نے مذکورہ بالا عبارت میں یہ کہ حدیثِ پاک

جس کے متنی الفاظ یوں ہیں۔

اِذَا مَاتَ فِیْھِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا۔

"جب ان میں سے کوئی نیک شخص فوت ہوتا تو اس کی قبر پر وہ مسجد بنا دیتے۔"

یہاں یا تو مسجد سے مراد لغوی مسجد ہے یعنی سجدہ گاہ۔ قبر پر سجدہ کرنا یا اصطلاحی مسجد مراد ہے تو پھر یوں ہوگا وہ قبر کو مسمار کر کے اس پر مسجد بناتے۔ یہ دونوں صورتیں حرام ہیں مگر قبور کے پاس مسجد بنانے کی ممانعت اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتی لیکن وہابیوں کی عجب مکاری دیکھو کہ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِہٖ مَسْجِدًا کا ترجمہ یوں کر دیا۔ اس کی قبر کے پاس عبادت گاہ تعمیر کر دیتے۔ یعنی علیٰ کا معنی پاس کر دیا تاکہ لوگوں کو فریب میں لا سکیں کہ قبر کے پاس مسجد بنانا جائز نہیں حالانکہ علیٰ کا معنی پاس نہیں بلکہ اوپر ہے۔ پاس تو عِنْدَ کا معنی ہے۔ اگر بقول ان کے قبور کے پاس مسجد بنانا ناجائز ہو اور وہاں نماز پڑھنا ممنوع ہو تو پھر سب سے افضل مسجد حرام میں اسمٰعیل علیہ السلام کی تربت مبارکہ ہے اور اس کے پاس ہی حجر اسود اور آب زم زم کے درمیان ستر نبیوں کی قبور مبارکہ ہیں جیسے کہ شارحین علامہ سیوطی و ملا علی قاری و وغیرہما نے بیان کیا ہے اور وہاں نماز پڑھنا سب سے افضل ہے اسی طرح مسجد نبوی شریف روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے اسی طرح مسجد اقصیٰ کے پاس کثیر انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ ہیں۔ اگر ان وہابیوں کی مانی جائے تو ان مذکورہ مساجد میں نماز پڑھنا ناجائز و حرام ہو جائے حالانکہ ان کی فضیلت اور ان میں نماز پڑھنے کی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔